قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

چونکہ آیۂ صدر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے امتنان کے ساتھ اشارۃً حضور کے ذکر کا مامور بہ ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے۔ بنابریں ان ایام میمنت التیام اور ہنگام فرخندہ فرجام میں یہ نہایت متبرک و مفید وعظ ملقب و مسمیٰ بہ

النور

جو آداب ذکر نبوی تحذیر از منکرات پر مشتمل ہی منجملہ ارشادات حضرت سیدی و مرشدی حکیم الامت مجدد الملت مولینا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلکم

بفرمائش [illegible] عثمانی تاجر کتب مالک کتبخانہ [illegible] دہلی

(ہندوستان پریس دہلی میں چھپا)

قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد
فرمایا ہے۔ اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بنا پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا وجود باجود مراد لیا جاوے اور اگر دوسری تفسیر اختیار کی جاوے یعنی نور اور کتاب دونوں سے قرآن
مجید ہی مراد لیا جاوے تو توجیہ بدل جاویگی اور اس صورت میں عطف کتاب کا نور پر باوجود اتحاد
ذات کے تغایر حیثیت وصفت کے اعتبار سے ہوگا۔ کہ ایسی کتاب عطا فرمائی کہ اس میں ایک صفت
نوریت کی ہے اور دوسری صفت کتابیت کی ہے۔ اور اس توجیہ کی بنا پر بھی وہ تعداد نعمت فوت
نہ ہوگا یعنی وہ دو نعمتیں اب بھی رہینگی لیکن ایک پر دلالت مطابقی ہوگی اور دوسری پر دلالت التزامی
یعنی قرآن پر تو دلالت مطابقی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور چونکہ قرآن کا نزول حضور پر ہوا
اور حضور کی برکت سے ہمکو یہ نعمت عطا ہوئی۔ اسلئے اسی کلام میں بطریق لزوم حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے وجود باجود پر بھی دلالت ہوگی۔ بہرحال دونوں بطریق مطابقت مذکور ہوں یا ایک بطریق
مطابقت اور دوسری بطریق لزوم مگر ہرحال میں اس آیت میں دو نعمتوں کا ذکر ہے یہ حاصل ہے اس
آیت کا۔ مگر قبل اس کے کہ اس کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے۔ اس سوال کا جواب دیتا ہوں
کہ اس وقت اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ سو اوّل تو یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ایسا نہیں کہ اس پر یہ سوال ہو سکے مگر یہ سوال ہمارے کم سمجھ
مدعیان محبت اخوان کی بدولت پیدا ہوا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جو آجکل ذکر مولد میں تخصیصات
کے پابند ہیں۔ سو ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو خاص خاص ازمنہ کے ساتھ
مختص کر دیا ہے جیسے بعض مدعیان محبت نے محبت حضرت حسین نے ذکر حسین رضی اللہ عنہ کو محرم کے ساتھ خاص
کر دیا ہے۔ ایسا ہی ان مدعیان محبت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ربیع الاوّل کے ساتھ
خاص کر دیا ہے۔ اور عجب نہیں کہ میرے اس وقت کے اس بیان سے کسی کے ذہن میں یہ بات
آئی ہو کہ یہ بیان بھی شاید اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ مہینہ اس بیان کا ہے اور اس کے ذہن میں
آنے سے دو قسم کے لوگوں کو دو تعجب پیدا ہوئے ہوں۔ منہمکین فی التخصیصات کو یہ تعجب کہ یہ لوگ
تو اس تخصیص پر کلام کرتے ہیں پھر خود اس کا ارتکاب کرنے کی کیا وجہ۔ کیا ان لوگوں کے قول و فعل مطابق
نہیں ہوتے۔ اور مانعین تخصیصات کو یہ تعجب کہ اس نے محققین کا مسلک کیوں چھوڑا بہرحال چونکہ

نبی خود نور اور قرآن ملا نور　　نہ ہو کیوں مل کے پھر نور علیٰ نور

وعظ ملقب بہ "النّور"

اَیْنَ	مَتٰی	کَمْ	کَیْفَ	مَاذَا	لِمَ	مَنْ ضَبَطَ	اَلْمُسْتَمِعُوْنَ	اَشْتَاتٌ
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	سبب وعظ	کسنے لکھا	سامعین کی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ	۲ گھنٹے ۳۳ منٹ	بیٹھکر	آداب متعلقہ ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	امسال عید میلاد النبی کا جابجا چرچا ہونا۔	سعید احمد تھانوی کان اللہ لہ	تقریباً ۱۵۰	ہر طبقے کے تھوڑے تھوڑے لوگ موجود تھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولٰنا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم **اما بعد** فقد قال اللہ تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ٥ یہ ایک مختصر سی آیت ہے اسمیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا اور ان دونوں نعمتوں پر اپنا احسان ظاہر فرمانا بیان فرمایا ہے۔ اور دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے اور دوسری نعمت

ایسا ہی عالم بدون کفر کے ناتمام ہے۔ ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ بزرگوں کے برکات کا تو مقتضا یہ تھا کہ اون کے مزارات پر خرافات نہ ہوا کرتے اوسی شب خواب میں یہ شعر وارد ہوا ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اسیطرح چوری کیسی بری چیز ہے۔ مگر بہت سی حلال روزیاں اسکی بدولت ہیں مثلاً تو ناروں سے عمدہ عمدہ قفل بنوائے جاتے ہیں۔ اور یہ اسی کی بدولت ہے۔ بڑھئی سے مضبوط کواڑ تیار کرائے جاتے ہیں پاسبانوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دیجاتی ہیں یہ سب اسی کی بدولت ہے۔ تو اسماء جلالیہ کے ظہور کے یہ معنی ہیں تو حضرت حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہورہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غلیست وغیرہ سب بھاگ گئی تو جس کے دلمیں کوئی چیز بسی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کو ہر چیز میں اسی کا ذکر یاد آتا ہے جب ادنی ادنی چیزوں کی محبت کا یہ اثر ہے تو جن لوگوں کو خدا اور رسول کی محبت نصیب ہوا اونکا تو کیا ذکر ہے جو لوگ دنیا کی کسی عورت یا کسی امرد پر عاشق ہوجاتے ہیں۔ انکو دیکھئے کہ ہر بات میں جو تذکرہ میں اون کو اوسکی یاد لگی رہتی ہے۔ ایک کنجوس کی حکایت ہے کہ اوس نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دیدی تھی۔ اب جب کبھی کسی بات کا تذکرہ آتا اوس کو فوراً وہ مرغی یاد آتی کہ زید اس دن گیا تھا جب ہم نے تم کو مرغی دی تھی فلاں واقعہ اس دن ہوا تھا۔ جب ہم نے تمکو مرغی دی تھی۔ غرض جو واقعہ ہوتا اوس پر یہی ذکر۔ وہ مرغی ہر واقعہ کا پتہ بتلانے میں اس کیلئے ایسی ہوگئی جیسے ہندوستان کے لئے غدر کہ غدر میں یوں ہوا تھا اور غدر میں ہماری عمر نو برس کی تھی۔ تو جیسے ہندوستان کے لئے غدر تاریخ ہوگئی ہے ایسے ہی اوسکے لئے مرغی تاریخ ہوگئی۔ آخر اوس دوست نے تنگ آکر مرغی خرید کر اوسکے حوالہ کی کہ بھائی تو مرغی لیلے۔ اور اس ذکر کو چھوڑدو تو جس چیز کا خیال بندھ جاتا ہے وہ ہر وقت یاد آتی ہے۔ پس جس کو خدا اور رسول سے محبت ہو تو اگر ہر بات میں وہی یاد آئیں تو کیا تعجب ہے۔ صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی کہ بات بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آجاتا تھا حضرت ہند ابن ابی ہالہؓ کی نسبت حدیث میں ہے کہ کان وصّافا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تمکو دیکھئے کہ ہم مثلاً حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں ہیں تو ذرا سے بہانے سے اس سلسلہ کے بزرگوں کا ذکر شروع ہوجاتا ہے اور پھر اوسکے قطع کرنے کو جی نہیں چاہتا یہ محض محبت کے سبب ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

دید مجنوں را یکے صحرا نورد در بیابان غمش بنشستہ فرد

ایک خاص جماعت نے ذکر رسول کو خاص کر دیا ہے خاص اوقات کے ساتھ اسی لئے ہیں وقت عیر کے
اس بیان پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے ورنہ یہ سوال بالکل لایعنی تھا۔ اور یہ کسی مسلمان کے دل میں
پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ایسی چیز ہے کہ اوسکی نسبت یہ سوال ہو سکے
کہ اس وقت اس ذکر کو کیوں اختیار کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو ایسی چیز ہے کہ ہر وقت
ہر انسان کے رگ وپے میں ساری ہو۔ بلکہ دوسرے اذکار بھی اسی ذکر کی طرف راجع ہو جایا کریں اور
اس کو ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان ہر ذکر سے اوسی کا ذکر نکال لیتا ہے۔
اور ہر گفتگو کا خاتمہ اسی کے تذکرہ اور یاد پر ہوتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو چونکہ محبت
حق اور توحید میں کمال تھا۔ اور توجہ بحق غالب تھی۔ آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے
چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں
ظلم کرتے ہیں۔ یوں پریشان کر رکھا ہے۔ مگر وہاں تو دلمیں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی کہ ؎

خلیل آسا در ملک یقین زن نوائے لا احب الآفلین زن

اور یہ حالت تھی کہ ؎

ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے چہ کنم کہ چشم یک بین نہ کند بکس نگاہے

بس یہی فرماتے ہیں کہ آجکل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ اور اس کے بعد خدا تعالےٰ کے اسماء
جمالیہ وجلالیہ یعنی لطیفہ وقہریہ کی تحقیق ہونے لگی اور اس اسماء جمالیہ اور جلالیہ کے وہ معنی نہیں جن کو عاملین
اسماء جلالیہ وجمالیہ کہتے ہیں۔ اور جن میں اون کے نزدیک گوشت چھوڑ دینا ضروری ہے وہ تو ایک
مخترع اصطلاح ہے بلکہ مراد اسماء جلالیہ سے اسماء قہریہ اور اسماء جمالیہ سے اسماء لطیفہ ہیں۔ تو سختی وغیرہ
جو کچھ ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اوس میں خدا تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں ظلم و
ستم اگرچہ ہمارے افعال ہونے کی حیثیت سے اور ہمارے اعتبار سے معصیت ہے مگر اسکی تخلیق وتکوین
میں بھی خدا تعالیٰ کے مصالح اور بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ میں نے اپنے اُستاد رحمہ سے سُنا ہے
کہ دنیا میں چوری ہوتی ہے مگر اوس کا وجود بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تو اعتقاد ہے کہ خدا کی حکمت نے
چاہا کہ کوئی ایسا ہو اور کوئی ایسا ہو اور اوس فعل میں گناہ بھی ہوگا۔ بوجہ اوسکے اختیاری ہونے کے مگر یہ
ایسا ہے جیسے گھر میں پاخانہ ہوتا ہے کہ وہ تمام قطعات سے ارذل ہے لیکن مکان بغیر اس کے ناتمام ہے

فضیلت ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حاجی صاحب کے استغراق فی التوحید کی حکایت

شعر

تحقیق اسماء جلالیہ وجمالیہ

فا: حضرت ابوذرؓ کی حکایت

لیکر ذکر کریں صحابہ کرام نے اس راز کو سمجھا تھا۔ اور محبت کی یہ دولت اون حضرات کو نصیب تھی حضرت ابوذر غفاریؓ اکثر آزادی سے پوچھتے تھے اور ان کے مزاج میں تحقیق کا مادہ زیادہ تھا۔ اور وہ ذرا آزاد تھے۔ لیکن یہ اونکا حال تھا۔ اون پر اس سے ملامت بھی نہیں ہو سکتی۔ مولانا کہتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقان در کار رب | جوشش عشقست نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زوکس درجہاں | با ادب ترنیست زوکس درجہاں

با ادب تو اس لئے کہ جان و مال سے حاضر ہے۔ اور بے ادب اس معنی کر کہ اس کے الفاظ ذرا بے ٹھکانے ہوتے ہیں۔ غرض حضرت ابوذر غفاری ایک حدیث کے متعلق بار بار دریافت کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں فرمایا کہ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ۔ یعنی تمہارا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اسی طرح ہوگا۔ حدیث یہ تھی کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ لیگا وہ جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور حضرت ابوذر کو اس لئے تعجب ہوا کہ انہوں نے نفس ایمان لانے پر دخول اولی کو مرتب سمجھا تو حضرت ابوذر غفاریؓ کی یہ حالت تھی کہ جب کہیں اس حدیث کو ذکر کرتے تھے وہیں پیار میں آکر مزے لینے کو یہ بھی کہتے تھے کہ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ۔

فا: حضرت شاہ ابوالمعالی کی حکایت

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے اونہوں نے فرمایا کہ جب مدینہ جاؤ تو روضۂ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا۔ بدعتی اس لئے فرمایا کہ اون سے بعض باتیں بصورت بدعت صادر ہوتی تھیں۔ اگرچہ واقع میں وہ بدعت نہ تھی۔ یعنی کسی معذوری کی وجہ سے اون سے بعض افعال ظاہر سنت کے خلاف صادر ہو جاتے تھے تو یہ جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی کہا تھا۔ انھوں نے عرض کر دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہدینا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہی لفظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوا ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کو وہ لفظ معلوم ہے تو پھر میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نیز میں وہ لفظ کیسے عرض کروں آپنے فرمایا کہ گو معلوم ہے مگر سننے میں اور ہی مزا ہے۔ اور میاں تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے ادا ہوگا۔ آخر انھوں نے وہی لفظ ادا کر دیا۔ بس اونکی یہ حالت

ریگ کاغذ بود وانگشتان قلم — می نوشتے بہر کس نامہ رقم

گفت اے مجنون شیدا چیست ایں — می نویسی نامہ بہر کیست ایں

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم — خاطر خود را تسلی می کنم

یعنی اگر مسمّیٰ میسر نہیں تو اسم ہی سہی حب نفسانی کیفیت کی یہ حالت ہے تو خدا کی محبت کی کیا حالت ہوگی ؎

عشق مولےٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئی گشتن بہر او اولیٰ بود

کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے۔ اوسکے واسطے تو بہانہ کافی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے کہ اُس کے واسطے کسی اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو ہر بات میں آجانا چاہیئے۔ نیز اسکی بھی کیا ضرورت ہے کہ اگر بیان ہو تو صرف ولادت شریفہ اور معجزات ہی کا بیان ہو۔ آپ کی تو ہر ہر بات ذکر کے قابل ہے۔ نشست و برخاست۔ اخلاق وعادات۔ مجاہدات و ریاضات۔ افعال واحکام۔ اوامر ونواہی مگر بات یہ ہے کہ انسان کا نفس راحت طلب ہے جس بات میں کچھ کرنا پڑتا ہے اوس سے جان چراتا ہے۔ تو ہر ہر بات کے تذکرہ میں چونکہ احکام پر بھی عمل کرنا پڑتا۔ اس لئے اوس کو بالکل ترک کر دیا۔ کانپور میں مجھ سے ایک شخص کہنے لگے کہ لوگوں نے مولود شریف کے مٹانے کا ایک اور بھی طریقہ ایجاد کیا ہے کہ اوسمیں نماز و روزہ وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر بتلایئے کہ جو لوگ نماز وغیرہ کے تذکرہ کو حضور کے ذکر کا مٹانا کہیں کیا وہ محب رسول ہیں۔ صاحبو یہ سب امور بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رح سے مولود کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا کہ میاں ہم تو ہر وقت ذکر مولد کرتے ہیں کیونکہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے۔ غرض آپ کا ذکر تو ہر وقت ہی ہونا چاہیئے۔ پھر آپ کی ہر ادا کا ذکر ہونا چاہیئے حتیٰ کہ آپ کے غصہ اور خفگی کا بھی ذکر ہونا چاہیئے۔ محبوب کی تو خفگی اور تیزی بھی محبوب ہوتی ہے کسی نے کہا ہے ؎

تمکو آتا ہے پیار پر غصہ — ہمکو غصہ پہ پیار آتا ہے

محبت وہ چیز ہے کہ واللہ العظیم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ اور عتاب کا بھی ذکر ہو تو مزے

ذکر ولادت دوسرے حالات حضور کے مساوی درجہ میں ہیں۔

حضور کا غصہ اور خفگی [illegible] حالات الٰہیہ ذکر ہے۔

تحقیق ہے یہان تک احتیاط کی ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کی مجلس مین ایک
شخص کے منہ سے باآواز بلند لفظ اللہ نکل گیا آپ نے فرمایا کہ آہستہ کہو۔ تھوڑی دیر کے بعد
اُس نے پھر اُسی طرح کہا اللہ آپ نے فرمایا کہ اسکو مجلس سے اُٹھادو۔ کیونکہ آپکو معلوم ہوگیا
تھا کہ یہ شخص بدون مغلوبیت کہہ رہا ہے حضرت جنیدؒ کی مجلس مین ایک خوش آواز نے ایک شعر پڑھ دیا
اسکو سُنکر ایک صوفی کو وجد شروع ہوا۔ لیکن جنیدؒ اُسیطرح بیٹھے رہے ایک شخص نے پوچھا کہ
حضرت آپکو وجد نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ
السَّحَابِ یعنی اے میان تم سمجھتے ہو کہ ہمکو حرکت نہین ہوئی۔ حالانکہ ہم خدا جانے کہانسے کہان
پہونچگئے ہین۔ مگر وہ حرکت تمکو محسوس نہین ہوئی اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر کوئی وارد ہو تو اسکو
ظاہر ہی کردیا جاوے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وعظ بیان فرمایا۔ بعضون نے
متاثر ہوکر کپڑے پھاڑ ڈالے اُسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ان سے فرمادیجئے کہ دلون کو پھاڑو
کپڑے پھاڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ مگر اس سے سب کپڑے پھاڑنے والون پر اعتراض مقصود
نہین اسکا بھی ایک درجہ ہے حضرت شیخ شیرازیؒ فرماتے ہین ؎

کہ غرق است ازان می زند پاؤ دست	مکن عیب درویش حیران و مست
چہ طاقت نماند گریبان درند	بہ تسلیم سر در گریبان برند

کہ جب بالکل از خود رفتہ ہوجاتے ہین تو کپڑے پھاڑ ڈالتے ہین۔ اب یہ تھوڑا ہی جائز
ہوگا کہ خواہ مخواہ کپڑے پھاڑنے شروع کردے۔ جیسے کانپور مین ایک صاحب نے کسی کے
مکان پر مولد پڑھا۔ آپ کے پاس کرتہ پُرانا تھا جی چاہا کہ نذرانہ کے ساتھ صاحب خانہ سے
ایک کرتہ بھی وصول کرین آپ نے بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر پہونچکر نہایت زور سے
ایک وجدی حالت پیدا کی اور کرتہ پھاڑ ڈالا۔ آخر صاحب خانہ نے نذرانہ بھی دیا اور شرم کے مارے
ایک نیا کرتہ بھی بنا دیا۔ اب بتلایئے کہ ہم اب بھی اگر منع نہ کرین تو کیا کرین ؎

اگر خاموش بنشینم گناہ ست	اگر بینم کہ نابینا و چاہ ست

ایسے ہی لوگون کی حالت تباہ دیکھ کر ہماری زبان کھلتی ہے اور ہمکو مجبور ہوکر منع کرنا پڑتا
بعض بزرگ خواہ کہتے ہین کہ اسمین گفتگو کرنے سے عوام مین بدنامی ہوتی ہے مگر آخر کب تک

منقولہ از کتاب ... [illegible]

ہوئی کہ وجد میں کھڑے ہوگئے۔ اور بیساختہ یہ شعر زبان پر جاری تھا کہ ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

وجد کرتے تھے اور اس شعر کو پڑھتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت وہ چیز ہے جسکے آثار کی نسبت میں نے پہلے کہا ہے ؎

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ　　ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اسی لئے اگر حضور ناخوش بھی ہوتے تھے تو صحابہ کرام اسکا بھی ذکر لذت لیکر فرماتے تھے کیوں؟ اس لیے کہ از محبت تلخہا شیریں شود۔ تو اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو تو کیا وہ ذکر مولد میں نماز و روزہ کے ذکر کو ناگوار سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔ صاحبو حضور کا تو اوٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا حتی کہ حوائج ضروریہ میں مشغول ہونا سب عبادت ہے بلکہ ذکر ولادت سے بھی زیادہ برکت کی چیز ہے۔ یہ احکام اور افعال کا ذکر کرنا اس واسطے کہ حضور کی ولادت شریفہ تو محض ایک ہی حیثیت سے ایک نعمت عظیمہ ہے جس پر شکر کر کے ہم اپنے درجات بڑھالیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و احکام دو حیثیتوں سے نعمت ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آپ کی بدولت ہمکو ملے تو اس عطا پر شکر کریں اور اپنے درجات بڑھا دیں دوسرے اس حیثیت سے کہ ہم ان پر عمل کریں۔　　اور عمل کر کے قرب الٰہی حاصل کریں نیز تمام شریعت کی غرض یہی ہے کہ ہم اسپر عمل کریں اور قرب خداوندی ہم کو حاصل ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں اپنی ولادت شریفہ کا ذکر تو بہت ہی کم کیا۔ اور احکام کا ذکر بہت زیادہ کیا۔ یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تیئیس سال تک تبلیغ احکام فرمائی ہے۔ ان تیئیس سال میں سے اگر وہ تین سال نکال بھی دیجاویں جنمیں وحی موخر رہی ہے تو تمام مدت تبلیغ بیس سال ہوتے ہیں۔ ان بیس برس میں تتبع کر کے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت شریفہ کا جتنے وقت میں ذکر فرمایا ہے۔ اسکی مجموعی مدت غالباً ایک ہفتہ بھی نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک ہفتہ ان بھی لیا جاوے تو ذکر ولادت اور ذکر احکام میں یہ نسبت ہوگی کہ ایک ہفتہ کم بیس سال تک تو احکام کی تبلیغ فرمائی اور صرف ایک ہفتہ ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا۔ تو کیا اتباع سنت کے یہی معنی ہیں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس برس تک ذکر فرمایا ہے اُسکو تو بیس منٹ بھی کبھی ذکر نہ کیا جاوے۔ اور جس کا ذکر تمام مدت تبلیغ میں چند مرتبہ ہی فرمایا ہو اُسکو عمر بھر ذکر کیا جاوے۔ اتباع سنت تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدت العمر میں جس قدر اپنی ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا ہے اُسی قدر تم بھی ذکر ولادت کرو۔ اور جتنا احکام کا ذکر فرمایا ہے اُسی قدر تم بھی احکام کا ذکر کیا کرو۔ مگر بات یہ ہے کہ ذکر ولادت میں تو آسانی ہے کہ زبان سے ذکر کر لیا اور اُسمیں کھڑے ہوگئے اور اگر کسی متبع سنت نے اسمیں احتیاط سے کام لیا تو اسپر ملامت کی بوچھار شروع کر دی۔ کہیں اُسکو وہابی کہنا شروع کر دیا کہیں تکفیر کر دی۔ میں کھڑے ہونے کو فی نفسہ منع نہیں کرتا لیکن یہ بھی تو سمجھو کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک وجد ہے۔ اور وجد ہوتا ہے واردات پر تو بغیر کسی واردات کے وجد کی صورت بنانا نہایت درجہ تصنع ہے

غرض قیام کی ابتداء یون ہوئی کہ اول کسی کو وجد ہوا پھر بلا وجد ہی اسکو رسم کرلیا۔ اور ہم اس
رسم ہی کو منع کرتے ہین۔ حالت کو منع نہین کرتے کیونکہ حالت تو غیر اختیاری ہے اس کو کیونکر
منع کیا جا سکتا ہے۔ شیخ شیرازیؒ اسی کو کہتے ہین ؎

اگر غرق ہست از ان میزند پاؤ دست	مکن عیب درویش حیران و مست

ایسے شخص پر کون اعتراض کرسکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ مگر ایسے کتنے ہین۔ آپ سو پچاس مولویون
کو دیکھئے تو وہان ایک بھی ایسا نہ ملیگا اور اگر ہونگے بھی تو بمشکل ایک دو۔ باقی سب خشک
اور مین تو وسعت کرکے کہتا ہون کہ اگر یہ فعل صرف رسم کے مرتبہ مین رہتا تب بھی خیر ممکن تھا
کہ اسپر خاموشی کیجاتی۔ مگر اب تو یہ غضب ہی کہ اس سے اعتقاد بھی خراب ہونے لگا ہی یعنی
بعض لوگ تو یہ سمجھتے ہین کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہین۔ حالانکہ اس پر
کوئی دلیل قائم نہین ہے۔ اور اگر دلیل ہین .... کسی کا کشف پیش کیا جاوے تو اول
تو ممکن ہے کہ کشف صحیح نہو دوسرے اگر کشف صحیح بھی ہو تو اس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ کسی مجلس
خاص مین کسی صاحب کشف کو ایسا مکشوف ہوا تو اس سے دوام پر کیونکر استدلال ہوسکتا ہے
اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جب ایسا ہوگا تو ایسا بھی ہوگا۔ یعنی جب مولد ہوگا تشریف آوری
ضرور ہوگی۔ لزوم اور دوام کیلئے تو کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے (واذ لیس فلیس)
تو یہ اعتقاد بے بنیاد اور خلاف شریعت ہوا تو اس کی اصلاح واجب ہوئی۔ اور بعض لوگون
کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف تو نہین لاتے لیکن اس ذکر کے وقت
جو شخص قیام نہ کرے وہ بے ادب ہے۔ لہذا قیام کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہی کہ حدیث شریف
مین ہے صحابہ ارشاد فرماتے ہین کہ کُنّا لَا نَقُومُ لَهُ لِمَا كُنَّا نَعْرِفُ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِ لَهُ
صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو کیا کوئی شخص ایسی جرأت کرسکتا ہے کہ صحابہ کرام کو
گستاخ کہے (نعوذ باللہ) جب خود مذکور کے قرب کیوقت ترک قیام بالاذن بے ادبی نہین تو ذکر
شریف کے وقت وہ خلاف ادب کیسے ہوگا۔ نیز اگر حضور کے ذکر مبارک پر قیام نہ کرنا ترک
ادب ہے تو مین دعوی کرتا ہون کہ جتنے مثبتین قیام و مدعیان محبت ہین سب کے سب
بے ادب ہین۔ کیونکہ یہ لوگ صرف اسی مجلس خاص مین حضور کے ذکر پر قیام کرتے ہین

بدنامی کے خوف سے خاموش رہینگے۔ خاموشی ہی کی بدولت تو یہ منکرات بڑھتے چلے جاتے
ہین۔ اہل حق کا ملامت و بدنامی کے باب مین یہ مذہب ہونا چاہیئے کہ ؎

ساقیا برخیز در دہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان	ما نمی خواہیم ننگ و نام را

غرض نفس قیام سے مانع نہین ہین

حضرت بایزید بسطامیؒ بدنامی سے نہ ڈرے۔ منصور نہ ڈرے۔ اور بضرورت غلبہ حال کیا
کیا کہا مگر سب نے اُن کے اقوال کی تاویل کی تو علماء جو بضرورت غلبۂ اصلاح شریعت کیموافق
کہتے ہین۔ اُن پر کیون ملامت ہوتی ہے۔ اور اُن کے قول کو قبول کیون نہین کرتے
غرض ہم نفس ہم قیام کو منع نہین کرتے۔ مگر قیام حرکت وجدیہ ہی اور یہ وارد پر ہوتی ہے
تو اگر کوئی شخص وارد کے غلبہ سے مضطر ہو جاوے تو اُسکو جائز ہے مگر یہ یاد رہے کہ وہ اضطرار
کسی خاص مضمون کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا اور ابتداء اِس کی اِس طرح ہوئی ہے کہ ایک شخص
مضطر ہو کر کھڑا ہو گیا ہے اُس کی حالت کی تائید مین اور اِس حالت مستحسنہ کو باقی رکھنے کے
واسطے حاضرین مجلس بھی کھڑے ہو گئے۔ اور اِس کو علامہ غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر ایک
شخص وجد سے کھڑا ہو جاوے تو اُس کے ساتھ سب کو کھڑا ہو جانا چاہیئے کیونکہ اسمین اسکی
تانیس اور اسکی حالت کا ابقاء ہے علیٰ ہذا شیخ گنگوہی رحؒ نے فرمایا ہے کہ جس کو کوئی کیفیت
ہو وہ کیفیت خدا تعالیٰ کا مہمان ہے۔ اسکی قدر کرو اور اسکی قدر مین یہ بھی داخل ہے کہ کوئی ایسی
حرکت نہ کرو کہ جس سے اسکا دل بجھ جاوے اور وہ کیفیت جاتی رہے۔ غرض صوفیہ نے
اُسکی کیفیت کو محفوظ رکھنے کے لیئے ایسا کیا ہے لیکن مجلس بھر مین اول جو شخص کھڑا
ہوگا اُسکو ہرگز جائز نہین کہ وہ مکر کرے۔ مین شاہجہان پور مین ایک صوفی سے ملا ہون کہ
وہ سماع سنتے تھے مگر مکار و متصنع نہ تھے۔ اور اُن مین یہ بات غنیمت تھی کہ وہ مسائل کو علماء
سے پوچھ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سماع سنتے تھے کہ مجلس مین ایک شخص نے کھڑے
ہو کر چٹکیان بجانی شروع کر دین۔ اُنھون نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر
اُٹھا۔ اور پھر چٹکیان بجانی شروع کر دین۔ انھون نے پھر بٹھلا دیا تیسری مرتبہ وہ پھر
اُٹھا تو اُنھون نے مجلس سے نکلوا دیا۔ غرض محققین صوفیہ اسکا بہت خیال کرتے تھے

قیام وجدی مین قیام اہل مجلس کے قیام کی وجہ

شاہجہانپور کے ایک صوفی کی حکایت

تو جناب اگر محبت رسول اس کا نام ہے تو ایسی محبت کو سلام ہے۔ محبت تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین کسی مقام پر تشریف لیگئے وہان جاکر دیکھا کہ ایک
مکان قبہ دار گچ سے بنا ہوا ہے آپ نے دیکھکر دریافت فرمایا کہ کس کا مکان ہے صحابہؓ نے عرض کیا
کہ فلان شخص کا ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ دوسرے روز جب اس گھر کے مالک
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے دوسری طرف رخ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا آپ نے
ادھر سے بھی رخ پھیر لیا۔ آخر انھون نے دوسرے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ آج کیا بات ہوئی
صحابہؓ نے عرض کیا کہ اور تو کچھ ہمکو معلوم نہین اتنا معلوم ہے کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے تمھارے مکان کو دیکھا تھا۔ اس وقت سے خاموش ہین۔ گویا صحابہؓ کا گمان ہی تھا مگر
ان بزرگ عاشق نے صرف گمان ہی پر اتنا سنتے ہی فوراً جا کر تمام مکان کو گروا دیا۔ گویا بزبان
حال یہ کہتے تھے کہ ؎

ہرچہ از دوست وامانی چہ کفر آن حرف وچہ ایمان ٭ ہرچہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش وچہ زیبا

اور یہ کہتے تھے کہ ؎

ہرچہ جز ذکر خدای احسن است ٭ گر شکر خواری است آن جان کندن است

اور عجیب تر لطف اس محبت کا یہ دیکھیے کہ اسکو اگر جتلایا تک نہین۔ اور کیون جتلاتے اگر مکان
گرا دیا تو آپ پر کیا احسان کیا۔ آخر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خود ہی اسطرف
تشریف لیگئے۔ اور وہان مکان نہین پایا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا
کہ وہ مکان کیا ہوا۔ اور صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور فلان شخص نے اسی روز اسکو گروا دیا تھا
تب آپکو خبر ہوئی۔ اور اس وقت آپنے تعمیر کے تکلفات کی مذمت بیان فرمائی۔ حضرت محبت تو یہ
ہے کہ انسان اپنے مال اور جان سب کو فدا کردے نہ یہ کہ خالی خرافات حکایات بیان کرے اور
بس اب ربیع الاول کا مہینہ ہے اسمین بہت جگہ مولود ہوا ہوگا۔ ان لوگون سے کوئی پوچھے
کہ تم نے اپنے حظ کو تو محفوظ رکھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام پر جو اسوقت
سخت مصیبت آرہی ہے۔ اور وہ ڈانواڈول ہو رہا ہے اسکی تم نے کیا مدد کی اسکو کیا

اور دوسری مواقع پر جو آپ کا ذکر مبارک ہوتا ہے جیسے مثلاً اب مین ذکر کر رہا ہون تو ان مین سے ایک بھی قیام نہین کرتا۔ غرض لوگون نے اسمین یہ غلو کر لیا ہے۔ اس لئے اسکی اصلاح ضروری ہے یہ تحقیق تھی قیام کی باقی ذکر ولادت شریفہ کی نسبت مین عرض کر چکا ہون کہ جب کہ ولادت شریفہ سے زیادہ ذکر احکام موجب برکت ہے تو اُن کا ذکر کیون نہین کرتے۔ صاحبو یہ سب ذکر رسول ہی ہین ؎

یا تو ئی یا خوئے تو یا بوئے تو		ہر چہ بینم در جہان غیر تو نیست	

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے		گلستان مین جا کر ہر اک گل کو دیکھا

مگر اسمین ایک صاحب حال نے اصلاح دی ہے ؎

تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے		گلستان مین جا کر ہر اک گل کو دیکھا

مصلح کا مطلب یہ ہے کہ شاعر تو نابینا تھا اُس کو نظر نہ آیا حالانکہ وہان ہر ایک سے تیرا ہی جلوہ نظر آ رہا ہے۔ اسی کو فارسی مین کہا ہے ؎

یا تو ئی یا خوئے تو یا بوئے تو		ہر چہ بینم در جہان غیر تو نیست	

تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو جیسا ذکر ولادت آپکا ذکر ہے ایسا ہی لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً بھی آپ کا ذکر ہے اور قل للمومنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم بھی آپ کا ذکر ہے اور اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ بھی آپ ہی کا ذکر ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک جگہ تو کرنے کا کام ہے وہ نفس پر گران گذرتا ہے اور دوسری جگہ کچھ کرنا پڑتا نہین اور چلتے وقت کچھ نذرانہ ملتا ہے اور بہت سا مٹھائی کا حصہ ملجاتا ہے۔ صاحبو یہ محبت تو ایسی ہے جیسے سفر مین ایک شخص کی رفاقت تھی کہ اسکے رفیق نے کھانا تیار کرنیکی نسبت جب کسیکام کو کہا تو اُسنے کوئی نہ کوئی عذر کر دیا سب سے اخیر مین جب کھانا تیار ہو چکا تو اُسکے ساتھی نے کہا کہ یہان آؤ کھانا تو کھالو کہنے لگا کہ مجھے انکار کرتے ہوئے بہت دیر ہو گئی ہے اب ہر بات مین انکار کرتے ہوئے شرم آتی ہے تم کہو گے کہ سخت نافرمان آدمی ہے کہ کسی بات کو بھی نہین مانتا۔ لاؤ خیر کھاتا تو کھا ہی لون۔ بس جیسی یہ رفاقت تھی کہ مشقت مین عذر اور حظ نفس مین موافقت ایسی ہی یہ محبت ہے کہ مشقت کی چیزون کا تو ذکر نہین اور جس مین نفس کی خوشی تھی اُسمین سرخرو ہو گئے

حضور کے تمام احکام وافعال کا ذکر حضور ہی کا ذکر ہے

نماز روزہ وغیرہ احکام جو حضور کے ہیں ان سے کم میلادی لوگوں کو کیوں نہیں رغبت

اہل مولود کی محبت رسول کی مثال

رہ گئے مگر چند روز کے بعد اُن کے ایک شاگرد صاحب پیدا ہوئے کہ میرے اُستاد کے قول کا مطلب ہی نہیں سمجھے تھے اُن کا مطلب یہ تھا کہ اپنی طرف سے جس کو حلال یا حرام کہین گے سبحان اللہ کون مسلمان ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہدیگا۔ علیٰ ہذا ایک اور قصہ ضد کا مجھے یاد آیا کہ دہلی مین ایک شخص نے حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کی بھی دعوت کی اور بعض اُن کے مخالفین کی بھی اور ہر ایک کو دوسرے کی خبر نہیں ہونے دی جب سب جمع ہو گئے اور کھانا سامنے آیا تو میزبان نے کہا کہ صاحب یہ شیخ سدو کا بکرا مین نے پکایا ہے اب جس کا جی چاہے کھاؤ اور جسکا جی نہ چاہے نہ کھاؤ۔ شاہ اسحٰق صاحبؒ تو شیخ سدو کے بکرے کو حرام فرماتے تھے۔ اُنھون نے ہاتھ کھینچ لیا اور اُن کے ساتھ اُن کے مخالفین نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ صاحب خانہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ تو اُسکو جائز کہتے ہین آپ نے کیون ہاتھ روکا کہنے لگے کہ بھائی ہے تو حرام ہی مگر اِن کی ضد مین اسکو حلال کہدیتے ہین لیکن یہ بھی اُسی زمانہ کے لوگ تھے۔ آج تو ہرگز بھی اُس کا اقرار نہ کرین بلکہ حرام بھی کھا جائین اور بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ اُن کو ضد نہیں ہے مگر وہ اِس لئے مولود کرتے ہین کہ سال بھر تک برکت رہیگی۔ رشوت لین گے تو اُس کا وبال نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ رنڈیان تک مولود کراتی ہین۔ جن کو کچھ بھی مناسبت دینی اعمال سے نہیں ہے اور بعض لوگ محض اسلئے مولود کراتے ہین کہ اس کی بدولت کسی تقریب مین رونق ہوجاویگی چنانچہ کانپور مین ایک صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی کی اور اسمین ناچ کرانا چاہا۔ لیکن چونکہ بعض احباب اِن کے ایسے بھی تھے کہ وہ ناچ مین شریک ہونا پسند نہ کرتے اِس ضرورت سے رونق مجلس پوری کرنے کو انھون نے مولود بھی کرایا چنانچہ پہلے مولود ہوا اور اگلے دن اسی جگہ رنڈی کا ناچ ہوا۔ اب بتلائیے کہ جب یہانتک نوبت پہونچ جائے تو کیونکر خاموشی اختیار کیجا سکتی ہے غرض محبت کی علامت مین نے بتلادی کہ محبوب کی ہر بات کا ذکر ہو ولادت شریفہ کا بھی رضاعت کا بھی۔ آپکی سخاوت کا عادات کا عبادات کا۔ اور اسمین نہ کسی مہینہ کی کچھ تخصیص ہے نہ کسی مقام کی۔ پس مین بھی اِس وقت ربیع الاول کی تخصیص سے یہ ذکر نہیں کرتا ہون۔ گو اگر یہ تخصیص رسم لازم کے درجہ مین نہ پہونچتی تو اس تخصیص عملی کا بھی مضائقہ نہین

ف: بعض لوگ محض سالانہ برکت کی غرض سے مولود کراتے ہین

ف: بعض لوگ رونق مجلس کے لئے مولود کراتے ہین

سہارا پہنچایا۔ افسوس ہے کہ امسال بجائے اس ہمدرد امداد اسلام کے بعض مقامات پر محض عید میلاد النبی کے منانے کو مٹھائی کیواسطے چھ سو روپیہ کا چندہ ہوا۔ ایک وہ مسلمان ہین کہ اسلام کی خدمت کے لئے اپنی گردنین کٹاتے ہین اور ایک یہ ہین کہ ان کو مٹھائی کھانے کی سوجھ رہی ہے۔ ہماری وہ حالت ہے ؎

ای نزاخارسے بہ پا لشکستہ کدانی کہ چیست	حال شیرانی کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اس بے حسی اور بے تمیزی کی حالت کو دیکھ کر کسی نے پریشان ہوکر کہدیا ہے ؎

اے لسبر ایردہ یثرب بخواب	خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

پھر غضب یہ کہ اس چھ سو روپیہ کو بھی مٹھائی مین بھی صرف نہین کیا بلکہ اس سے اس مسجد کو سجایا گیا جس مین بیان تھا اور سجایا بھی ہندوں کی طرز پر اسمین ایک چھپر بنایا گیا جھالر لٹکائے گئے بہرحال اس مسجد کو ایسا بنایا جیسا معلوم ہو کہ کسی ہندو نے اپنے گھر کو سجایا ہے۔ کیا اسکو محبت کہین گے ہان محبت تو ہی مگر اپنے ہی نفس کی۔ اون سے قسم دیکر پوچھا جاوے کہ اگر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور آپ سے دریافت کیا جاتا کہ یہ چھ سو روپیہ ہم مٹھائی مین صرف کردین یا آپ کے جانبازون پر لگا دین تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ رائے دیتے کہ مٹھائی مین صرف کردو۔ صاحبو کیا کسی دردمند کو ایسے وقت مین مٹھائی کا کھانا بھلا معلوم ہو سکتا ہے ہائے کس منہ سے ایسی حالت مین بھی لوگونسے مٹھائی کھائی جاتی ہوگی۔ کیسی بحیسی ہے کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر غضب یہ ہی کہ یہ لوگ دعوی محبت کرتے ہین۔ کیون صاحب آپ نے تو مولود شریف کیا۔ اور ترکون نے اپنی جان لڑائی تو کون شخص محب رسول ہوا۔ آپنے ساری محبت کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ سال بھر مین ایک دفعہ مولود کرلیا صاحبو ہمارے جی کو تو یہ محبت نہین لگتی بلکہ واقع مین انکی جی کو بھی نہین مگر رسم اور اہل حق کی ضد نے مجبور کر رکھا ہے حتیٰ کہ ایک صاحب نے ایک اہل حق کی نسبت یہ کہا تھا کہ مین اُن کا اسقدر مخالف ہون کہ اگر یہ کسی چیز کو حلال کہینگے تو مین اسکو حرام کہونگا اور بالعکس اُن اہل حق نے جواب مین کہا کہ مین تو ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہون اب آپ اس کو حلال کہئیے۔ اور مین تو کلمہ شہادت کو حلال کہتا ہون آپ حرام کہئیے وہ مدعی صاحب تو دم بخود

خرابیوں کے ایک یہ بھی کمی ہوگی کہ کبھی ہوگا کبھی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس قدر التزامات کے ساتھ دوام
مشکل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کیطرح سے روزمرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کرلیا جاوے
یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو دفعہ مقرر تاریخوں پر کرلیا۔ اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر کروٹ
بھی نہ لی۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شاعر حلب میں پہونچا وہاں شہر کے شیعہ ماتم کررہے
تھے اوس نے پوچھا کیا آج کوئی مرگیا ہے لوگوں نے کہا تو دیوانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے تو شیعی نہیں
ارے یہ دن شہادت امام کا ہے۔ کہنے لگا اللہ اکبر یہاں آج اتنے دنوں کے بعد خبر پہونچی ہے یا تم
لوگ سوتے تھے۔ اسی طرح ہمارے ان مدعیان محبت رسول کی بھی یہی حالت ہے کہ سال بھر تک غافل
رہتے ہیں۔ پھر چونکتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر وقت کرو اور ایسی کتاب اپنے
وظائف کی ساتھ رکھو مگر مولود غلام امام شہید یا اور غیر معتبر کتاب نہیں اس قسم کی کتابیں تو بالکل بے سروپا
ہیں اور بعض اشعار میں ایسے خرافات بھرے ہیں کہ نعت کے اشعار میں بعض مضامین کفر تک پہونچگئے
ہیں۔ نیز اون کے پڑہنے والے بھی میں نے دیکھے ہیں کہ امرد پرست تارک صوم وصلوٰۃ۔ آجکل
کچھ ایسا مذاق بگڑ گیا ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے امور کی ذرا حس نہیں رہی۔ میں ایک جگہ بیان کرنے کے لئے
گیا اوس روز مجھے اتفاق سے زکام ہورہا تھا بیان سننے کے بعد ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ خوش
الحان نہیں ہے۔ میں نے وہیں کہا کہ بھائی میں ڈوم کا لڑکا نہیں ہوں کہ مجھ میں خوش الحانی ہوتی خدا کا شکر
ہے میں ایک شریف کی اولاد ہوں۔ مجھے خوش الحانی اور بدالحانی سے کیا واسطہ۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اپنے ابتداء زمانہ میں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے وہاں ایک شخص
شریف سید فن موسیقی میں کامل تھے مولانا کو چونکہ ہر فن کی تحصیل کا شوق تھا۔ اسلیئے مولانا نے چندے اون سے
اس فن کے اصول کو سیکھا تھا لیکن اللہ والے اگر کوئی معمولی نفع بھی کسی سے حاصل کرتے ہیں تو اوس
دوسرے کو بھی دینی نفع پہونچاتے ہیں۔ اسپر مجھے ایک اور حکایت مسموع یاد آئی۔ حضرت سلطان
نظام الدینؒ کی کہ آپ بیمار ہوگئے تھے۔ حتیٰ کہ خدام کو بالکل مایوسی ہوگئی تھی۔ اوس زمانہ میں دہلی میں
ایک شخص رہتا تھا۔ کہ ذکر وہ توجہ سے مرض کو سلب کردیتا تھا۔ خدام نے آپ سے عرض کیا کہ اگر اجازت
ہو تو اوس کو بلالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ اس میں سخت فتنہ ہوگا۔ اور میرا کیا ہے زندہ
رہا رہا نہ رہا نہ رہا۔ اس کے بعد آپ کو پھر بیہوشی طاری ہوگئی۔ اوسی حالت بیہوشی میں خدام آپ کو

تھا لیکن اب تو اس عارض لزوم علمی یا عملی کی وجہ سے اسکو اصلا پسند نہیں کرتا یعنی ایسے
شخص کے لئے بھی پسند نہیں کرتا جو معتقد لزوم کا نہ ہو کیونکہ یہ خود اس کے لئے یا کسی دوسری کیلئے
اُس لزوم تک مفضی ہو جاویگا۔ اور اس ناپسندیدگی اور ممانعت کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی
طبیب مریض کو دو تولہ مصری کی بھی اجازت اس اندیشہ سے نہیں دیتا کہ مبادا یہ بجائے دو تولہ
کے چار تولہ استعمال کرلے اور پھر تکلیف اُٹھائے۔ غرض ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ بلا تخصیص لازم
اس ماہ مین بھی جائز ہے لیکن اجازت نہ دیجاویگی کیونکہ مطلقاً اجازت دینے سے آئندہ پھر
اعتقاد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ بس یہ ہے ہمارا مسلک۔ اب اس کے سُن لینے کے بعد
ہمپر جس کا جوجی چاہے تہمت لگائے۔ غرض اس وقت ذکر کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تخصیص زمانہ
کی مقصود ہے بلکہ دو وجہ ہین ایک[ع] یہ کہ اس وقت مختلف اطراف سے طاعون کی خبرین
آرہی ہین طاعون کا ایک متبرک علاج منجملہ اور علاجوں کے ذکر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
بھی ہے اور یہ علاج تجربہ مین آیا ہے۔ یعنی مین نے ایک کتاب **نشر الطیب** لکھی ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مین۔ اسکے لکھنے کے زمانہ مین خود اس قصبہ مین طاعون تھا
تو مین نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کچھ حصہ لکھا جاتا تھا اُس روز کوئی حادثہ نہیں سُنا
جاتا تھا اور جس روز ناغہ ہو جاتی تھی اس روز دو چار اموات سننے مین آتی تھین۔
ابتدا مین تو مین نے اسکو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ
یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی یہ برکت ہے آخر مین نے یہ التزام کیا کہ روزانہ کچھ
حصہ اُس کا ضرور لکھ لیا تھا۔ آجکل بھی لوگون نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف و
جوانب سے لکھا ہے تو مین نے اُن کو بھی جواب مین یہی لکھا ہے کہ نشر الطیب پڑھا کرو مگر اسکا
یہ مطلب نہیں ہے کہ مجلس منعقد کی جاوے اور اُس مین مٹھائی منگائی جاوے۔
اور ایک شخص بیٹھکر پڑھے اور سب سنین۔ کیونکہ ان التزامات مین تو علاوہ اور مذکورہ

ہمارا مسلک اعتقاد و عمل دونوں کے بارہ میں

طاعون کا علاج حضور کا ذکر مبارک ہے

ع[ع] اور دوسری وجہ وعظ مین بیان نہ رہی تھی گو وعظ مین اس کا بیان آگیا تھا مگر اس عنوان سے نہ آیا تھا کہ دوسری وجہ یہ ہے مگر بعد وعظ کے اثنائے مضمون [illegible] حاشیہ مین اسکا اضافہ کیا ہے اور اب دیا گیا۔ چنانچہ عنقریب اپنے مقام پر آئیگا۔ ۱۲ منہ

عشق خدا پیدا کرو بلغم اور سب رطوبات خود خاکستر ہو جاوینگی۔ خوب فرمایا ہے ؎

عشق آن شعلہ است کہ چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

باقی اگر کوئی کہے کہ یہ تو ایک شاعرانہ نکتہ ہے اس کو بلغم سے کیا واسطہ، تو سمجھو کہ یہ سب رطوبتیں ہیں اور محبت کی آگ میں زاید رطوبت ہی نہ رہے گی۔ آپ نے کبھی کسی عاشق کو موٹا نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی عاشق قدرتی موٹا بھی نہ ہوگا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کھا کھا کر بیفکری سے جو انسان پھول جاتا ہے وہ بات اسمیں نہ ہوگی کیونکہ وہاں تو ہر وقت سوختن و گداختن ہے تو اس نسخہ سے ویسے ہی گلا صاف رہیگا۔ ایسے موٹے ہونے کی نسبت حدیث شریف میں ہے ان اللہ یبغض الحبر السمین یعنی اللہ تعالیٰ کو موٹے عالم سے نفرت ہے مگر وہی بیفکری کا پھولا ہوا نہ وہ جو طبعی و فطری ایسا ہو۔ اسپر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ میں اپنے لڑکپن میں شہر میرٹھ میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا۔ اور میرے قریب ہی ایک اور مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ ذرا موٹے تھے وہاں ایک شخص رجب علی تھے وہ ان مولویصاحب سے اکثر مزاح کیا کرتے تھے۔ اس وقت وہ بھی آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم اس قدر دُبلے کیوں ہو رہے ہو۔ میں نے ظریفانہ کہا کہ بھائی حدیث میں ہے کہ ان اللہ یبغض الحبر السمین اسواسطے میں دُبلا ہوں اور مجکو یہ خیال نہ رہا کہ یہاں مولویصاحب موٹے بیٹھے ہیں۔ رجب علی ان مولویصاحب کی طرف منہ کر کے کہتے ہیں کہ مولویصاحب آپ سنتے ہیں۔ اوسوقت مجھے تنبہ ہوا کہ یہ بھی بیٹھے ہیں تو میں بہت شرمندہ ہوا اور میں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جو کھا کھا کے بےفکری میں موٹا ہو۔ کہنے لگے کہ جناب آپ جو مطلب چاہیں بیان کریں باقی حدیث مولوی صاحب پر صادق آہی گئی۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ ہے مگر مطلب حدیث کا یہی ہے کہ جو بیفکر کھا کھا کر موٹا ہو۔ غرض نسخہ عشق سے بلغم میں زیادتی ہی نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ حلوا گلے کے اندر جانے کے لئے بنا ہے نہ کہ گلے کے اوپر باندھنے کے لیئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا کرے کہ باندھکر پھر کھا بھی لے۔ تو دوسری بات ہے۔ لیکن اس کو کون کرے گا۔ اگرچہ میں نے بعض ایسے لطیف المزاج لوگوں کی حکایت بھی سنی ہے کہ اونہوں نے پان منہ سے نکالکر رکھدیا اور کھانا کھا کر پھر

اوسکے گھر ہے گئے۔ اوسکے لیئے تو حضرت رح کا تشریف لیجانا موجب فخر ہوگیا فوراً اوس نے توجہ کی اور حضرت کا تمام مرض سلب کر دیا۔ اوسی وقت حضرت رح کو افاقہ ہوا آپ نے دیکھا کہ میں ایک ملحد کے مکان میں ہوں اور مرض بالکل زائل ہوگیا ہے۔ آپ سمجھ گئے اور خیال ہوا کہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان اس کو بھی اس نفع کا صلہ دینا چاہیئے۔ آپ نے اوس سے پوچھا کہ میاں یہ کمال تم میں کس بات سے پیدا ہوا۔ اوس نے کہا صرف ایک بات سے وہ یہ کہ میرے گرو نے کہدیا تھا کہ جس بات کو جی چاہے وہ نکرنا بس میں یہی مجاہدہ کرتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ سچ کہنا کیا مسلمان ہونے کو جی چاہتا ہے کہنے لگا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر اوسی قاعدہ کے موافق مسلمان ہوجانا چاہیئے۔ کچھ تو حضرت کی توجہ کچھ اوس تعلیم کا خیال وہ ایسا مغلوب ہوا کہ کچھ بن نہ پڑا اور مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ساتھ ہولیا غرض اللہ کے بندے ہر جگہ فیض ہی پہونچاتے ہیں۔ اسی طرح مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اون سے سیکھا تو ہوگا ہفتہ دو ہفتہ ہی تک مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ چند روز کے بعد اون کی ہدایت کا سامان پیدا ہوا۔ اس طرح سے کہ اُن کے پاس ایک شخص آیا کہ وہ بھی اس فن میں ماہر تھا۔ اوس نے کچھ سنانے کی فرمایش کی انہوں نے سنایا۔ جب سنا چکے تو وہ کہنے لگا کہ سبحان اللہ کیا گلا پایا ہے۔ یہ جملہ سنکر اُن کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ افسوس اتنی محنت کا یہ صلہ ملا کہ میری وہ تعریف کی گئی جو ایک ڈوم کی ہوسکتی ہے۔ اور عہد کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی اس مہمل کام کے پاس بھی نہ جاؤنگا پس مولانا کی برکت سے تائب ہوگئے اور اخیر راگ یہ دین کا رہا۔ تو آجکل لوگ خوش الحانی کو تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ میرے بیان میں یہ عیب نکالا کہ خوش الحان نہیں ہے۔ میں نے کہا بھائی انسان تو ہوں۔ آواز منہ سے نکلتی ہے دوسرے کے کانوں تک پہونچ جاتی ہے جو مضامین کی تبلیغ میں کافی ہے۔ میں خوش الحانی و بدالحانی کو کیا جانوں۔ اور میں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ آواز کے درست کرنے کے لئے گلے پر حلوے باندھے جاویں۔ جیسا کہ آجکل بعض قرار کا معمول ہے۔ ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ قرآن خوش آوازی سے پڑھو اس لیے حلوا باندھتے ہیں۔ تو جناب جہاں حدیث پڑھی ہے اوسکی تفسیر بھی تو پڑھی ہوتی اوسی حدیث میں راوی کہتے ہیں کہ خوش آوازی یہ ہے کہ پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہو کہ اس کے دل میں خدا کا خوف بھرا ہوا ہے۔ اگر فقط نغم کا صاف کرنا مقصود ہے تو میں اوسکا ایک دوسرا طریق بتلاتا ہوں۔ اوس طریق سے صاف کرو۔

آجکل لوگ خوش الحانی کے طالب ہیں

آواز صاف نہ ہونیکا ایک عیب بیان

مگر کیا کسی کو دکھلاتا پھرتا ہے غرض یہ معمول کر لو کہ اس کتاب کے دو چار ورق روز پڑھ لیا کرو یا اگر خود پڑھنا نہ آتا ہو تو کسی سے سُن لیا کرو اور گھر مین روزانہ پڑھکر سنایا کرو اور عمر بھر اسی طرح معمول رکھو۔ دیکھین تو کون منع کرتا ہے۔ تم تو اپنے ہاتھوں منع کراتے ہو۔ صاحبو یہ تو ذکر مستحب ہے (کو عشاق کے نزدیک فرض عشقی ہے مگر فتوے کی روسے تو مستحب ہی ہے) نماز بھی جو کہ فرض ہے از روئے فتوے بے ڈھنگے پن سے پڑھی جاوے تو اُس سے بھی منع کیا جاویگا۔ اور مشروع طور پر ذکر کرنا خود قرآن شریف سے ثابت ہے دیکھو اسی آیت مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے اور مین نے اسی لئے اسوقت اس آیت کو پڑھا ہے کہ اس سے آپ کے ذکر کو بھی ثابت کر دوں اور اُس کا طریق اور آداب بھی تبلا دون۔ بس آپ اس ذکر شریف کے برکات حاصل کیجئے اُن برکات مین سے ایک برکت دفع طاعون بھی ہے انشاء اللہ تعالےٰ (اور بعد وعظ کے فرمایا کہ اس آیت کے اختیار کرنے کی ایک وجہ تو یہ تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی جس کو وعظ مین بیان کرنا یاد نہین رہا کہ آپ کے ذکر ولادت کے متعلق لوگوں میں آج کل بہت سے منکرات اور اختراعات شائع ہو گئے ہین۔ جنسے عملاً و اعتقاداً لوگوں کی حالت خراب ہو گئی۔ اور اُن منکرات کا ارتکاب اس مہینہ مین اکثر کیا جاتا ہے۔ اس لئے بھی اسوقت یہ مضمون اختیار کیا گیا کہ یہ تبلا دیا جاوے کہ شریعت مین ان کا کہین ثبوت نہین ہے۔ سعید) غرض آیت سے ذکر شریف بھی ثابت ہوا اور آداب پر بھی تنبیہ موجود ہے کیونکہ اسی آیت میں آگے ارشاد ہے۔ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ سو اصل غرض آپ کی بعثت سے یہ ہے کہ ہدایت ہو صراط مستقیم کی تو جو امر صراط مستقیم کے خلاف ہوگا وہ اس مقصود کے منافی اور قابل ترک ہو گا۔ اور اُن ہی امور غیر مستقیمہ سے ایک تخصیص لازم بھی ہے پس بنا اسوقت کے ذکر کی تخصیص ربیع الاول کی نہین ہے جیسا اوپر بھی عرض کر چکا ہون اور اس عدم تخصیص سے ربیع الاول کی فضیلت کا انکار نہ سمجھا جاوے کیونکہ فضیلت سے یہ لازم نہین آتا کہ اُس زمانہ فاضل کو بلا دلیل شرعی جس عبادت کیلئے چاہے خاص کر لیا جاوے۔ پس ربیع الاول میں فضیلت ہو مگر اسکی تخصیص ذکر نبوی کیلئے ثابت نہین جیسے جمعہ کے روزہ کی تخصیص کی ممانعت حدیث مین آئی ہے باوجودیکہ اسکے فضائل بھی وارد ہین چنانچہ حدیث مین اسکی فضیلت مین آیا ہے۔ فِيهِ وُلِدَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ

اوسکو کھالیا۔ تو خوش[ف۱] الحانی کے وہ معنی نہیں ہیں جو حلوا باندھنے سے حاصل ہو بلکہ اوسکے وہ معنی ہیں کہ جو
اوپر مذکور ہوئے کہ اگر کوئی اوسکو پڑھتے ہوئے سُنے تو یوں سمجھے کہ خوف خدا سے اِس کا قلب لبریز
ہے۔ مگر لوگ آجکل خوش الحانوں کو ڈھونڈھتے ہیں۔ چنانچہ پڑھنے والے اپنے ساتھ خوش آواز دو
کو رکھتے ہیں۔ اکثر تین تین چار چار امرد اور نوجوان لڑکے رہتے ہیں کہ وہ گلے ملا ملا کر گاتے ہیں سو اُن
رسوم کو تو چھوڑو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو غذا ہے۔ اوسمیں کسی وقت کی تخصیص کی کیا ضرورت
ہے۔ بس حضور[ف۲] صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی کتابیں لیکر جن میں صحیح حالات ہوں اگرچہ اُن میں ایک شعر
بھی نہ ہو اوس کو روزانہ پڑھا کرو۔ اس[ف۳] لئے میرا بہت روز سے جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی صحیح معتبر کتاب
لکھدوں چنانچہ بحمد اللہ وہ کتاب تیار ہوگئی (اور دیوبند[ع] میں چھپ بھی گئی) اور میں نے اِس کتاب
میں اسکی بھی رعایت کی ہے کہ اوسمیں غذا کے ساتھ تفریح کا سامان بھی رکھا ہے۔ یعنی میں نے اُس
میں اشعار بھی لکھے ہیں۔ اور بہت کثرت سے ہیں یعنی کتاب میں اکتالیس[۴۱] فصلیں ہیں ہر فصل کے
آخیر میں اشعار لکھے ہیں۔ اور نہایت لذیذ اشعار عربی کے ہیں۔ اور اُن کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ
لکھدیا ہے تو جس کا جی چاہے اس کتاب کو اپنے پاس رکھے کہ یہ انشاء اللہ اسکے لیئے بہت مفید
ہوگی۔ مگر اسکو مجلسوں میں ان رسوم کے ساتھ نہ پڑھا جاوے بلکہ بطور وظیفہ کے قرآن شریف کے
بعد پڑھ لیا جاوے۔ جیسا میں نے اوپر مجنون کی حالت ذکر کی ہے کہ ؎

گفت مشق نام لیلے میکنم   خاطر خود را تسلی میکنم

تو مجنون نے کیا لیلی کی سالگرہ کی تھی۔ اسیطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے لئے قیود
کیسے وہ تو ہر وقت کا وظیفہ ہونا چاہیئے میں نے حضرت مولانا گنگوہی کو دیکھا ہے کہ ہر وقت درود
شریف کا ورد رہتا تھا۔ اور بات بہت ہی کم کرتے تھے مگر افسوس ہے کہ جو لوگ سال بھر میں صرف
ایک مرتبہ یاد کریں وہ تو محب ہوں۔ اور جو ہر وقت سرشار رہے اوسکو منکر سمجھا جاوے کیسا غضب
ہے۔ صاحبو کہاں گیا انصاف اور تدین۔ اب چاہتے ہیں کہ ذکر بھی اگر ہو تو دوسرونکو دکھلا کر ہو۔
بھائی محبت میں دکھانے کی کیا ضرورت ہے اپنی اولاد کے لئے انسان محبت سے کیا کچھ نہیں کرتا

ع اور دفتر اشرف المطابع تھانہ بھون و محمد عثمان تاجر کتب دہلی میں اور دوسرے بعض تاجروں سے ملسکتی ہے۔ ناظرین حضرت
مولانا کو فرمائش کر کے تکلیف نہ دیں۔ کیونکہ حضرت مولانا کتابوں کی تجارت نہیں کرتے ۱۲ سعید

ف۱ خوش الحانی مطلوب کی حقیقت

ف۲ حضور کے ذکر شریف کا طریق

ف۳ کتاب نشر الطیب پڑھنے کی ترغیب اور طریقہ

کا جنت سے آنا بھی نعمت ہی پس یہ بھی وجوہ فضائل جمعہ سے ہوا تو دیکھئے جمعہ کے بارہ مین باوجودیکہ یہ فضائل
تو حدیث سے ثابت ہین لیکن اُس دن مین تخصیص صوم کی ممانعت ہے تو ربیع الاول کے فضائل تو منصوص
بھی نہین تو اسمین تخصیص ذکر کی اجازت کیسے ہوگی مگر پھر مکرر کہتے ہین کہ باوجود اس منع تخصیص کے
اس ماہ کی فضیلت کے ہم منکر نہین فضیلت اسمین ضرور ہے اگر اسمین فضیلت نہ ہوتی تو اس مین
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیون کئے جاتے جیسے جمعہ مین حضرت آدم کے تین واقعہ ہین ایسا ہی یہان
بھی تین واقعے ہین۔ ایک ولادت شریفہ کہ بالاتفاق اسی ماہ مین ہے مشابہ ولادت آدم علیہ السلام
کے اور دوسری بعثت بعض روایات پر کہ مشابہ دخول جنت آدم علیہ السلام کے ہے اور تیسری وفات شریف
کہ ماہ اور یوم تو علی الاتفاق عین زمانہ ولادت شریفہ ہے اور تاریخ بھی علی الاشہر وہی ہے جیسا تیسرا واقعہ
وہان ہبوط تھا کہ مشابہ وفات کے تھا غرض اس ماہ کے لئے یہ فضائل ضرور ثابت ہین اور اسی
ولادت شریفہ کیطرف اشارہ کرکے کہا گیا ہے ؎

لہذا الشھر فی الاسلام فضل — ومنقبتہ تفوق علی الشھور
ربیع فی ربیع فی ربیع — ونور فوق نور فوق نور

اول ربیع سے مراد ہین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا ربیع ہے موسم بہار کہ اوسوقت یہ موسم تھا یا یہ
کہا جاوے کہ آپ کے پیدا ہونے سے بہار ہوگئی تھی۔ چنانچہ اوسی سنہ کو لوگون نے سنۃ الفتح
والا بتھاج کہا ہے۔ اور تیسری ربیع سے مراد ہے مہینہ۔ اور دوسرے مصرع مین نور فوق نور الخ سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہین کہ آپ مین انوار مجتمعہ متزایدہ تھے تو یہ فضیلت اس ماہ کو حاصل
ہے خواہ تو وہ فضیلت اسطرح ہو کہ اس ماہ کو پہلے سے فضیلت عطا ہوگئی تھی۔ اور اوس ماہ کے
ذی فضیلت ہونے کی وجہ سے حضور کی ولادت شریفہ کے لئے اُسکو خاص فرمایا۔ رہی یہ
بات کہ اسکو کیون فضیلت عطا ہوئی تھی سو اوسکی علت ہمکو معلوم نہین۔ خدا تعالی کو اختیار ہے کہ
جس چیز کو چاہین فضیلت عطا فرماوین۔ اور اسی طرح دوشنبہ کے دن مین فضیلت پہلے سے ہو
اور بوجہ ان دونون کے ذی فضیلت ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمین پیدا کیا گیا ہو جیسے
جمعہ مین فضیلت پیدا کرکے حضرت آدم علیہ السلام کو اسمین پیدا کیا گیا اور خواہ وہ فضیلت اسطرح ہو
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اسمین ہوئی ہے اس تلبس سے اسکو فضیلت حاصل ہوگئی ہے

ماہ ربیع الاول کے فضائل اور وجوہ ... تخصیص ... [illegible]

... فضیلت ... [illegible]

آدم علیہ السلام کا جنت سے دنیا مین نزول فرمانا نعمت ہی

اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہبوط الی الارض مین کونسی نعمت ہی جو اُسکو دلائل فضیلت مین ذکر فرمایا یہ تو بظاہر نہایت درجہ تکلیف ہی تو اس شبہ کا جواب عارفین سے پوچھیئے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح فرماتے تھے کہ بھائی اگر حضرت آدم جنت سے نہ نکلتے تو اونکی اولاد مین سے کوئی نکلتا کیونکہ جو ممانعت اُنکو ہوئی تھی چونکہ وہ شجرہ قابل نہی کے تھا وہی ممانعت اونکی اولاد کو بھی ہوتی اور یہ ظاہر ہی کہ اُس ممانعت کے خلاف بھی بہت لوگ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ نکالے جاتے۔ اور اخراج ایسی حالت مین ہوتا کہ جنّت خوب آباد ہوتی۔ وہان اسکے مان باپ بھائی۔ بیٹے۔ بیوی سبھی ہوتے۔ اون سب سے علیحدہ کرکے اسکو دنیا مین بھیجا جاتا تو جنّت مین ایک کہرام مچ جاتا تو وہ جنت مثل دوزخ کے ہوجاتی اس لئے اللہ میان نے وہان سے سب کو رخصت فرمادیا یہ مصلحت تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق مین ہی کہ جنت مین تکلیف ہونے سے سخت تکلیف ہوتی۔ باقی خود حضرت آدم علیہ السلام کے حق مین جو حکمت تھی اوسکو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہی کہ عارفون کے لیے بڑی نعمت معرفت ہی اور معرفت کی دو قسمیں ہین ایک علمی اور ایک عینی۔ معرفت علمی تو یہ ہی کہ صفات کمال اور اُسکے آثار کا علم ہوجاوے۔ اور معرفت عینی یہ ہی کہ اوس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہوجاوے تو اوسوقت آدم علیہ السلام کو معرفت علمی تو حاصل تھی لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی جیسے کہ منعم کہ اس صفت کا اوسوقت مشاہدہ ہو رہا تھا لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اوسوقت نہ تھا مثلاً توّاب کہ اس صفت کی معرفت علمی تو حاصل تھی باقی معرفت عینی حاصل نہ تھی اور معرفت عینی افضل ہی معرفت علمی سے تو جنت سے علیحدہ کرکے خدا تعالیٰ کو حضرت آدم کی تکمیل عرفان کی مقصود تھی۔ پس یہ اخراج حقیقت مین عقوبت نہ تھی تکمیل تھی۔ اور بعض قرائن سے آدم علیہ السلام کو اسکا کچھ پتہ بھی چل گیا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث ہی کہ جب آدم علیہ السلام کی ناک مین روح داخل ہوئی تو آپکو چھینک آئی ارشاد ہوا کہ کہو الحمد للہ اور فرشتون کو حکم ہوا کہ کہو یرحمک اللہ تو بعض روایات مین ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام روئے اور کہا کہ دعائے رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی۔ اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی۔ اور اس کمال معرفت کی مصلحت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپنے ارشاد فرمایا ہے انّا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیون کو چڑھتا ہے۔ کیونکہ جس اسم کا یہ مظہر ہے اوسکی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی وجہ الکمال عطا فرمائی تھی۔ غرض حضرت آدم علیہ السلام

اطیبہ یا شیرینی کا انتظام کرنا یہ سب کچھ ہوتا تھا مگر بگے تو تعلیم یافتوں نے اسمین ایک اور سیاسی نیا
رنگ چڑھایا ہے۔ اور مین کیا کہون ابکی مرتبہ ایک قصہ نئے رنگ کا بعض قدیم الخیال لوگون کا سُننے
مین آیا۔ یعنی ایک جگہ ذکر میلاد ہوا ہے تو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اخیر شب مین ہوگا جو عین وقت
ولادت شریفہ کا ہے۔ چنانچہ آخیر شب میں لوگ جمع ہوئے اور عین طلوع فجر کے وقت ذکر ولادت
شریفہ ہوا۔ صاحبو کیا یہ امور قابل منع کے نہین ہین۔ صاحبو آپ تو اسکی ممانعت سے وحشت کرتے
ہین جسکی کوئی اصل بھی قرآن وحدیث میں نہین۔ حضرت عمرؓ نے تو اوس درخت کو کہ جس کی گونہ
فضیلت خود قرآن مجید مین بھی موجود ہے۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ
محض اسلیئے جڑ سے کٹوا دیا تھا کہ لوگ اوسکی زیارت کا زیادہ اہتمام کرنے لگے تھے۔ صاحبو جو ساطین دین
ہین وہ دین کی خرابی پر ہرگز صبر نہین کر سکتے وہ محض اپنی بدنامی کے خوف سے ہرگز خاموش
نہین ہو سکتے اگرچہ اُن سے کوئی ناراض ہو اور میں تو یہ کہتا ہون کہ حق سُنکر کوئی ناراض نہین
ہوتا اگر سمجھا کر کہا جاوے۔ زیادہ تر جو لوگ ناراض ہوتے ہین اُسکی اکثر وجہ یہ ہوتی ہی کہ ناصح ادھوری
بات کہتے ہین جس سے عوام سمجھتے ہین کہ یہ بالکل اصل ہی کے منکر ہین۔ پوری بات کہنے والے
سے کوئی نہین بگڑتا۔ اور اگر کوئی پوری بات کہنے پر بھی بگڑے تو اوسمین خود زیغ ہی اُسکی ایسی حالت
ہے جیسے یرقانی کی کہ اُسکو ہر چیز زرد یا سیاہ نظر آتی ہے۔ غرض اس حدیث سے بعض لوگ
عید میلاد النبی کو ثابت کرتے ہین اور یہ بھی پہلے سے لیکن امسال اس پر ایک نیا سیاسی رنگ چڑھا
ہے۔ کہ بارہ ربیع الاول کو اہتمام کے ساتھ سب جمع ہون اور جمع ہو کر دعا کرین مسلمانون کی فلاح
کیواسطے دعا بہت اچھی چیز ہے مگر ہماری سمجھ مین یہ نہین آتا کہ دین مین ایک چیز کا بڑھانا کہ جمع کی
لئے یہ تاریخ معین کیجاوے۔ کیسے جائز ہوگیا۔ کہتے ہین کہ اسمین دین کی شوکت ہے۔ مجھ سے
ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تعزیون کو منع نہین کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسمین کرتب دکھانے سے
مشق ہو جاتی ہے۔ اور شجاعت کی تحریک ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک جنٹلمین صاحب نے فرمایا
کہ شب برات میں آتشبازی وغیرہ سے منع نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے بہادری کا اسپرٹ
محفوظ رہتا ہی۔ اللہ اکبر کس قدر بے حسی غالب ہوگئی ہے۔ اور لوگون کی عقول کیسی ماؤف ہوگئی ہین
اگر ان کے قبضہ مین دین ہوتا تو یہ حضرات خدا جانے اوسمین کیا کچھ کتر بیونت کرتے۔ صاحبو

اور ایسا ہی احتمال جمعہ مین بھی ہی کہ خود ولادت آدم علیہ السلام اور دیگر واقعات سے اسمین فضیلت آگئی ہو
اور یہ بھی احتمال ہی کہ پہلے سے فضیلت ثابت ہو۔ اور ان واقعات کو علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہو
تو ایک احتمال پر یہ واقعات دلیل لمی ہونگے۔ فضائل کے اور دوسرے احتمال پر دلیل انی۔ علی ہذا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اسکی وجہ یہ فرماتے تھے۔ کہ فِیْہِ
وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔ اسمین بھی دونون احتمال ہین کہ چونکہ میری ولادت اور بعثت سے
اسمین فضیلت آگئی ہے اسلئے روزہ رکھتا ہون یا یہ کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا ہی جس کی
علامت یہ ہی کہ فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔ اوس فضیلت سابقہ کی وجہ سے روزہ رکھتا ہون تو
دونوں احتمال دونوں جگہ ہین اور اصل مقصود ثبوت فضیلت ہین ہر دو مفید ہین خواہ وہ فضیلت
سبب ہو یا مسبب ہو خوب کہا ہے ؎

بخت اگر مدد کہند دامنش آورم بکف — گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف

اُس نے کھینچ لیا یا مین نے مگر اصل مقصود یعنی قرب تو حاصل ہو گیا۔ علی ہذا یہ اُسکی فضیلت کا سبب
ہو یا وہ اسکی فضیلت کی علامت ہو۔ دونوں مین کچھ مضائقہ نہین مگر قابل تعرض کے ایک بات
ہے وہ یہ کہ اس حدیث ذٰلِكَ الیوم الذی ولدت فیہ سے بعض لوگوں نے اثر کیا کہون بعض
لوگون کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہوائے نفسانی کے لئے محض بہانہ ہی ڈہونڈا کرتے ہین۔ جیسے
حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے شائقان متعہ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لوگ متعہ کے لئے بہانہ
ڈہونڈتے ہین جہان تمتع علین انکو ملا اور انہوں نے اُس سے متعہ ثابت کیا اور فرمایا کہ اگر
متعہ ایسا ہی سستا ہی تو شیخ سعدیؒ کے اس شعر مین بھی یہی مراد ہوگا ؎

تمتع زہر گوشۂ یافتم ۞ اور مین کہتا ہون کہ قرآن مجید مین رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا
بِبَعْضٍ مین بھی یہی مراد ہوگا کہ انسان اور جن آپس مین متعہ کرتے تھے۔ تو بعض لوگون نے
جو یہ حدیث سُنی تو اسکو اپنا ایک غلطی کا سہارا بنالیا۔ اور وہ ہی تو پُرانا خیال مگر اب اسمین ایک نیا
رنگ قومیت کا چڑھا ہے جب سے یہ نئی جماعت بڑھی ہے۔ اوس وقت سے ہر امر مین ایک
قومیت اور تمدن کا رنگ پیدا ہو گیا ہی اور وہ غلطی عید میلاد النبی کی ایجاد ہی اور یہ پہلے سے بھی لوگون
میں رائج تھا۔ کہ اسمین کپڑوں کا بدلنا اور مکان سجانا احباب کو جمع کرنا اور ذکر شریف کا رسم کے طور پر اہتمام کرنا

اصل و بدعت ہونا اور بدعت کی حقیقت مختلف پہلوؤں سے

بشر حافیؒ جاوین وہان وہان بیٹھ نہ گرنے پاوے. صاحبو ہماری عزت سامان سے نہین ہی اگر ہی تو
بے سروسامانی سے ہماری عزت ہی. یہ بے سروسامانی کی وہ عزت ہی کہ ؎

زیر بار اند درختان کہ ثمرہا دارند | ای خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند | دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

اور سُنیئے (واقعی اگر آدمی غور کرے تو بدعت کی حقیقت کو سمجھہ سکتا ہی) جونپور مین ایک صاحب نے
دسوین ایجاد کی تھی کہ وہ ہر مہینہ کی دسوین تاریخ کو شہادت نامہ پڑھواتے تھے نیت تو یہ تھی کہ
لوگ شیعونکی مجالس میں شریک نہ ہون. لیکن اُن کا یہ مقصود بھی حاصل نہوا لوگ اس سے فارغ
ہو کر شیعون کی مجالس مین جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میاں چلو اُن کمبختوں کے ہان بھی دیکھہ آوین
کیا ہو رہا ہی. یہ ہین بدعات کی مصالح. مین تو کہتا ہون کہ اگر یہ مصالح واقع مین مصالح ہین تو خدا تعالیٰ
نے باوجود ان مصالح کی رعایت نہ کرنے کے یہ کیون فرما دیا تھا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور بعض
لوگوں کو یہ شبہہ ہوتا ہی کہ اذکار واشغال ہیأت وقیود خاصہ بھی تو درمختار مین نہین ہین تو سمجھو
کہ اذکار واشغال خاصہ سے غرض تحصیل ثواب نہین ہی. بلکہ مقصود اُن سے خاص کیفیات کا
طبیعت مین پیدا کرنا ہی مثل تقلیل خطرات وجمعیت ویکسوئی کو پھر اون سے عبادت مین کام لیا جاوے
اونکی حالت مثل ادویہ طبیہ کے ہی کہ کوئی دوا بخار کو نافع ہے اور کوئی کھانسی کو نافع ہی تو مقصود
اُن سے تحصیل کیفیت صحت ہی. پھر چاہے وہ ذریعہ عبادت کا بنجاوے. اور یہ تجربہ ہی کہ وہ کیفیات
اُن خاص طریق سے حاصل ہوتی ہین. تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ ہم اونکو نفع عاجل کیلئے کرتے ہین
اور اونکو مثل ادویہ طب کے یہ سمجھتے ہین. مثلاً ہم حبس دم کو ہرگز عبادت نہین سمجھتے بلکہ تدبیر سمجھتے ہین
جمع طبیعت کی. بخلاف بدعات متعارفہ کے کہ وہ کیجاتی ہین تحصیل ثواب کے لئے اور حبس دم
وغیرہ تحصیل کیفیات کے لئے کیجاتی ہین. اور یہ نفع ان کا مشاہد ہی. پس چونکہ اسکو دین سمجھکر
نہین کیا جاتا اسلیئے اوس کے درمختار مین ہونے کی ضرورت نہین ہے اور بدعات کو چونکہ دین

عــــہ اور اسپر یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ محققین کیفیات کو غیر مقصود کہتے ہین سو اون کا مطلب یہ ہی کہ مقصود بالذات نہین ۱۲

عــــہ اور اسپر یہ شبہہ کیا جاوے کہ اگر کسی بدعت کو دین نہ سمجھین بلکہ دنیوی شوکت کیلئے کرین تو کیا حرج ہی بات یہ ہی کہ ہوگی تو وہ
دین ہی کی شوکت گو فی الدنیا ہو. اور اظہار شوکت دین عبادت ہی پس وہ ہر حال میں دین ہو گیا ۱۲ منہ

گو وہ سنت کے خلاف تھا۔ مگر یہ غرض تو حاصل تھی اور اب تو وہ بھی نہین۔ کیا دو آنہ کی مٹھائی تقسیم کر دینے سے یا چند آدمیوں کے جمع ہو جانے سے اُن کا توڑ ہو سکتا ہی اور اصل تو یہ ہی کہ اوس بادشاہ کی یہ رائے ہی غلط تھی۔ اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہین ہی۔ اسلام کی تو وہ شوکت ہی کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام مین تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں نے نیا لباس بدلنے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ نحن قوم اعزنا اللّٰہ بالاسلام صاحبو اگر ہم سچے مسلمان ہین تو ہماری عزت سب کے نزدیک ہی۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ ایک معمولی وضع مین رہتے تھے۔ مگر لفٹننٹ گورنر اون کے سلام کو آئے تھے حضرت خالدؓ ماہان ارمنی کی مجلس مین تشریف لے گئے۔ وہان حریر کا فرش بچھا ہوا تھا حضرت خالدؓ نے اُسکو ہٹا دیا ماہان نے کہا کہ اے خالد مین نے تمہاری عزت کی تھی لیکن تم نے اُس کو قبول نہیں کیا آپنے فرمایا کہ اے ماہان تیرے فرش سے خدا کا فرش اچھا ہی۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر کے استعمال سے منع فرما دیا ہے۔ تو کیا اس حریر کے ہٹا دینے سے اونکی شوکت کم ہوئی یا اور بڑھ گئی۔ مسلمانون کی عزت یہی ہے کہ ہر موقع پر کہدین کہ ہمکو فلاں کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔ مگر آج لوگ اسلام کے احکام ظاہر کرنے کو ذلت سمجھتے ہین۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ مین نے ریل مین نماز اسلئے نہین پڑھی کہ وہان سب ہندو ہی تھے۔ دیکھکر اسلام پر ہنستے۔ ہائے للّٰہ۔ ایک وہ وقت تھا کہ ہر بات مین قرآن و حدیث زبان پر آتا تھا۔ حتیٰ کہ جب صحابہ کرام نے روم پر حملہ کیا ہے تو وہان کے عیسائیوں نے کہا کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور ہم بھی اہل کتاب ہین تو ہم مین تم مین ایسا زیادہ اختلاف نہین ہے بہتر ہے کہ تم اول مجوس فارس سے لڑو کہ وہ مشترک ہین واقعی ہم تو شاید اس سوال کا جواب نہ دیسکتے لیکن صحابہ کرام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ ہمکو حکم ہی قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ اور تم اونکی نسبت نزدیک ہو وجہ یہ ہے کہ اون کے قلب مین قرآن بسا ہوا تھا تو اونھون نے فرمایا ماہان ارمنی سے کہ تیرے فرش سے خدا کا فرش افضل ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے سے ہی اور آجتک چلا آتا ہی نہ دھونا پڑتا ہی نہ کچھ بلکہ اور ناپاکی کو بھی پاک کر دیتا ہی یہ وہ فرش ہی کہ حضرت بشر حافیؒ نے جب سُنا کہ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا تو جوتہ نکالکر پھینکدیا کہ خدا کے فرش پر جوتہ لے کر نہ چلنا چاہیئے آخر تمام درند چرند کو حکم ہو گیا کہ جہان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا زیادہ تر ذکر ہے تو نماز اور قرآن بھی آپ کے ذکر سے بھرا پڑا ہی اور ایک جگہ فرماتے ہین یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ط تو کون ظالم ہے کہ اس سے منع کرے اور کون ظالم ہی کہ وہ کسی کو منع کرنیوالا ہو لیکن حدود سے باہر نہ نکلو. نماز پڑھو. لیکن قبلہ کیطرف منہ کرکے پڑھو پس الغرض منجملہ اون آیات کے ایک یہ آیت بھی ہے جسکی میں نے تلاوت کی ہے. اور اسکی ایک تفسیر یہ ہے جو مین نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور ہون اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے. کہ اس سے اوپر بھی قدجاءکم رسولنا فرمایا ہے. تو یہ قرنیہ ہے اسپر کہ دونون جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو. دوسرے اوپر قدجاءکم رسولنا کے ساتھ جو آپکی شان بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے. یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ. یعنی آپ کو مبین ومظہر فرمایا ہی اب سمجھیے کہ نور کی حقیقت ہی ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہی کہ مراد نور سے آپ ہون اور اسکے آگے قرآن کی شان مین فرماتے ہین کتاب مبین یھدی بہ اللہ تو کتاب کو تو آلہ اظہار فرمایا اور آپ کو مُبَیِّن مین خود مظہر فرمایا. پس یہ قرنیہ ہے تفسیر بالا کا اور گو کتاب بھی ظاہر کرنے والی ہوتی ہے مگر اسمین آلیت کی شان زیادہ ملحوظ ہوتی ہی توضیح اسکی یہ ہے کہ کتاب مین بھی ظہور اور اظہار دونوں ہوتے ہین. اور نور مین بھی دونوں ہوتے ہین. لیکن ایک فرق ہے وہ یہ کہ نور پر جب اول بار نظر ہوتی ہے تو یہ نیت اور خیال بھی نہین ہوتا کہ وہ خود نظر آیا ہے. مثلاً نور سے کتاب دیکھی. تو اسطرف ذہن بھی نہین گیا کہ ہمکو اول نور نظر آیا ہے پھر اسکے ذریعہ سے کتاب نظر آئی ہے بلکہ اوس مین اول ہی سے مظہر کی شان ظاہر ہوتی ہے. برخلاف کتاب نے کہ اول یہی نیت ہوتی ہے کہ وہ خود سمجھ مین آوے. پھر سمجھ مین آنے کے بعد اون مضامین سے دوسری جگہ کے احکام منکشف کئے جاتے ہین. تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہی اور کتاب مین ظہور غالب ہے تو یھدی بہ اللہ کتاب کے زیادہ مناسب ہی اور نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مناسب ہی یہ ہی وجہ ترجیح مگر اس مین ایک اشکال ہوسکتا ہی کہ دوسری جگہ ارشاد ہی قدجاءکم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا ط تو یہان برہان سے مراد غالباً لقرینہ جاءکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سمجھا گیا تاہی اسواسطے اس کے درمختار مین ہونے کی ضرورت ہی اور جبکہ یہ درمختار وغیرہ مین نہین ہی تو معلوم ہوا کہ بدعت ہاین لغو ہین۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر علم کے ثبوت کا مدار شریعت پر ہے۔ پس حدیث سے اتنا ثابت ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا تو تم بھی اتنا ہی کرو باقی عید میلاد النبی وغیرہ یہ کوئی چیز نہین ہے۔ یہ تو تھے دلایل عشرہ اب مین ایک اور دلیل بیان کرتا ہون جو کہ بطور الہامی دلیل کے ہی اور اسکے بیان سے کچھ فخر مقصود نہین ہی بلکہ ہر امر جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اور کہین مدون بھی نہ ملا ہو اور وہ القا ہو قلب مین تو اوسکو خدا تعالی کیطرف سے الہام سمجھا جاویگا وہ یہ ہے۔ کہ عجیب اتفاقی بات ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت و وفات اور ماہ ولادت و وفات بالاتفاق اور دونون کی تاریخ بھی علی المشہور ایک ہی ہے تو عجب نہین کہ اس اتحاد مین اسطرف اشارہ ہو۔ کہ کوئی شخص اس دن کو نہ یوم العید بناوے اور نہ یوم الحزن۔ کیونکہ اگر کوئی اسکو یوم العید بنانا چاہے تو وفات کا خیال مانع خوشی ہو جاوے۔ اور اگر کوئی یوم الحزن بنانا چاہے تو ولادت شریفہ کا خیال مانع رنج ہو جاوے تو اس سے بھی اس دن کے یوم العید ہونے کی جڑ کٹ گئی اور چونکہ ان دونون واقعوں سے زیادہ کوئی واقعہ سرور وحزن کا نہین ہی جب ان ہی کے زمانہ کو یوم عید و یوم الحزن بنانے کی جڑ کٹ گئی تو اور واقعات کے ازمنہ کے لئے تو بدرجہ اولیٰ۔ اگر شرعی دلائل موجود نہ ہوتے تو ہم اس دلیل کو کوئی چیز نہ سمجھتے۔ لیکن چونکہ اب یہ شریعت کے موافق ہے اسلئے ہم اسپر خدا کا شکر کرتے ہین۔ غرض وہ شبہ جو حدیث ذَالِكَ الْيَوْمُ الَّذِي وُلِدْتُ فِيهِ سے ہوا تھا اب زائل ہو گیا ہوگا۔ یہ ہے ہمارا کلام اس مسئلہ کے متعلق۔ باقی نفس ذکر قطع نظر رسوم سے تو خدانخواستہ ہم اوسکا انکار کیسے کرسکتے ہین ہم تو کہتے ہین کہ اسکو وظیفہ کے طور پر کرو۔ اور قرآن ہی مین اسکا وظیفہ ہونا جگہ جگہ مذکور ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اور قد جاءکم من اللہ نور وکتاب۔ علی ہذا اور بہت جگہ قرآن شریف مین مذکور ہے تو جو شخص روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے وہ ایک دو آیت آپ کے ذکر شریف کی ضرور پڑھتا ہے۔ تو کیا ایسا شخص منکر ہوگا۔ اور دیکھیے جہان اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے وہین اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بھی ہے علی ہذا نماز مین بھی تشہد مین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور تشہد کے بعد تو درود شریف مین

یوم ولادت کو عید منانے اور یوم وفات کو ماتم منانے کی مخالفت کا ایک نہایت لطیف اور عجیب نکتہ

نفس ذکر شریف کا ثبوت

ہین۔ اور نور سے مراد غالباً بقرینہ انزلنا قرآن ہے اور یہی نور وہان بھی آیا ہے اور القرآن یفسر بعضہ بعضاً تو جواب اسکا یہ ہے کہ ہم یہ کب دعوی کرتے ہین کہ جہان لفظ جاء ہو وہان اُسکا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے۔ ممکن ہے کہ یہان جاءکم کی اسناد کتاب کیطرف مجازاً ہو مگر جہان اسناد حقیقی بن سکے وہان اوسکو کیون نہ اختیار کیا جاوے۔ اور یہان یعنی قد جاءکم نور مین ہو سکتا ہے پس یہان یہ ہی مناسب ہوگا۔ دوسرے ہم انزلنا سے بھی رسولؐ ہی مراد لے سکتے ہین چنانچہ ایک اور مقام پر ہے۔ انزلنا الیکم ذکراً رسولاً۔ رسولاً بدل بطور تفسیر ہے ذکر اسے یہان بھی انزلنا کا معمول لفظ رسولاً واقع ہوا ہے پس اِس سے بھی تفسیر مختار پر کوئی غبار نہین رہا۔ خیر یہ تو طالبعلموں کے کام کی ایک بات تھی مقصود یہ ہے کہ خداتعالے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کو بطور امتنان کے فرمایا ہے تو اِس سے ہمکو سبق لینا چاہیئے کہ ہم ایک تو روزانہ ذکر کیا کرین۔ اور اگر کوئی کہے کہ قرآن کی تلاوت میں آہی جاتا ہے۔ تو اُسکا جواب یہ ہے کہ وہ مجمل ہوتا ہے اُس سے اکثر کچھ تفصیل نہین سمجھ سکتے دوسرا سبق لینا چاہیئے کہ اِس امتنان کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اون سے ہدایت ہو اور اتباع ہو اور اگر یہ حاصل نہین کیا تو محبت نہین ہے اسی کو کہتے ہین ؎

تعصی الرسول وانت تظہر حبہٗ ۔۔۔ ھذا لعمری فی الفعال بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتہٗ ۔۔۔ ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی حیرت ہے کہ تم دعوی حب رسول کا کرتے ہو۔ اور پھر اونکی نافرمانی کرتے ہو اگر تم سچے محب ہوتے تو ضرور اطاعت کرتے کیونکہ محب محبوب کی اطاعت کیا کرتا ہے۔ بس یہی بیان کرنا تھا اسوقت اسکی تو گنجایش بھی نہین کہ مفصل حالات کا ذکر کرتا اِسلیئے اصُول پر اکتفا کیا دوسرے مین نے ایک کتاب کا پتہ بھی دیدیا ہے مفصل ذکر کو جس کا جی چاہے وسکو منگا کر اپنے پاس رکھے۔ اب خداتعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ توفیق مرضیات عطا فرماوے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت عطا فرماوے آمین